

محبت ہو گئی ہوگی

کیسٹ پلیئر پر میرے پسندیدہ گیت کے نشیے بول فضا میں قوس قزح کے رنگ بکھیر رہے تھے اور میری روح میں اتر رہے تھے۔

نہ	کجرے	کی	دھار
نہ	موٹیے	کے	ہار
نہ	کوئی	سنگار	
پھر	بھی	کتنی	سندر
تم	کتنی	سندر	ہو

گیت کے بول، جیسے چاندنی رات میں بھری موجوں پر چھوٹے چھوٹے جھلملاتے پھول..... سفر سے واپسی کے دوران گیت کے یہی بول میں نے لالہ گل کے نام اپنی ڈائری میں محفوظ کئے تھے۔
موسیقی کی مدھم مدھم تانیں گنگناتے جھرنوں کی طرح دھیرے دھیرے میرے حواسوں پر گر رہی تھیں۔ میرے اوپر سوات کا نیلا نیلا آسمان پھیل رہا تھا، بے حد شفاف، نیلگوں جھیلیں..... اور حدنگاہ تک پھیلا شاداب سبزہ۔
اک خواب آوری کیفیت..... ایک بے حد حسین یاد کی رم جھم.....

ان دنوں میں کالج کی طرف سے جغرافیہ کی پانچ رکنی ٹیم کے ساتھ ایک تفریح مطالعاتی دورے پر سوات کی حسین دلکش وادی میں وارد ہوا تھا۔ اس ٹیم میں دو لڑکیاں اور تین لڑکے شامل تھے۔ وہ کسی مناسب جگہ پر کمپ لگانے کے لیے صبح سے شام تک ادھر ادھر گھومتے رہے۔

میں بھی اس روز وادی کے دل فریب حسن میں سرشار، کاندھے پر کیمرا لٹکائے اکیلا ہی دور تک نکل گیا۔ میں فطرت کے حسین جادوئی نظاروں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک پہاڑوں کی ڈھلوانوں سے سفید دھنکی ہوئی روئی کے گالوں جیسے بھیڑوں

کے ننھے منے بچے اچھلتے کودتے ایک دوسرے ٹکراتے لڑھکتے ہوئے میرے اوپر چڑھ آئے۔

ارے..... ارے..... سنبھالو..... سنبھالو انہیں..... ان کے پیچھے گھگھرے کولہراتی والہانہ انداز میں چلتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر میں زور سے چلایا۔

کیا ہے بابو.....؟..... ڈرتا کیوں ہے.....؟

اتنا معصوم تو ہے یہ جانور..... پیارا پیارا..... من موہنا سا..... اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بھیڑ کے اک نغمے سے بچے کو لپک کر گود میں اٹھالیا اور اسے پیار کرنے اور چمکانے لگی۔ میں وادی کے قدرتی نظاروں اور دل فریبوں میں گم تھا کہ فطرت کے اس حسین شاہکار کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

گہرے آتش گلابی رنگ کا بھاری بھر کم ریشمی گھگھراپنہ، سنہرے گھونگھریا لے بالوں کو شیشے کے کام والی فیروزگی رنگ کی پھول دار اوڑھنی میں سمیٹے، ماتھے پر لہراتی سنہرے بالوں کی جھال..... جیسے سورج کی کرنوں کو تراش کر ماتھے پر چپکا دیا گیا ہو۔ ستاروں جیسی لودیتی آنکھیں جھپکاتی وہ بڑے اشتیاق سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

کہاں سے آیا ہے بابو؟ اس کی تجسس بھری آنکھیں جھلنیں۔

لاہور سے..... میں بمشکل حیرت کدے سے باہر آتے ہوئے بولا۔ بہت خوبصورت ہے تمہارا گاؤں.....

کیا نام ہے تمہارا؟

لالہ گل..... اپنا نام بتاتے ہوئے اس کے گالوں پر لالہ کے بے شمار پھول کھل اٹھے تھے۔ اس نے خوشی سے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بھیڑوں کو ایک لمبی سی بڑی سوئی سے ہانکتی آگے بڑھ گئی۔ اور میں وہیں حیرت زدہ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

اگلے روز بھی میں نت نئے نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے دور تک نکل گیا۔ نیلے نیلے آسمان پر سفید دودھیا بادل ڈھیروں کی صورت میں پہاڑوں پر جھکے ہوئے تھے۔ نیچے نشیب میں دور تک پھیلا شاداب سبزہ..... میں نیلے، سفید، بھورے اور سبز رنگوں کے دلکش امتزاج کی بے پناہ وسعتوں میں ڈوبا ہوا تھا..... یہ سارے دل فریب مناظر مجھے مدہوش کئے ہوئے..... کہ سامنے ہی اک سرسبز پہاڑی پر اچانک وہ مجھے نظر آئی۔ بھیڑوں کا ریوڑ پہاڑی ڈھلوانوں پر ادھر ادھر لڑھک رہا تھا اور بڑے سے چٹان نما پتھر پر شوخ سے رنگ کا گھگھر اپنہ، مزے سے پاؤں پھیلانے وہ کوئی پہاڑی گیت گارہی تھی۔ مدھم مدھم..... مدھم مدھم..... فضا میں اک نشہ سا گھل مل گیا تھا..... اچانک اس نے مجھے دیکھا اور کودتی ہوئی یکدم نیچے آ گئی۔

اے بابو! ابھی تک یہیں ہے تو.....؟ وہ مجھے دیکھ کر خوشی سے چلائی۔

ارے لڑکی! تجھے سارا دن کوئی کام نہیں..... ان بھیڑوں کے ساتھ آوارہ گردی کے سوا.....؟

بابو، بہت سے کام ہیں میرے تو کیا جانے بابو..... اس کے شفاف ماتھے پر اک ٹاپے کے لیے ہلکے سے بل پڑے۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ سارا دن ماں کے ساتھ گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں، چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاتی ہوں اور..... اور بھی کتنے کام ہوتے ہیں۔ اس نے اکتاہٹ سے مجھے دیکھا۔

بابو، آج آؤنا میرے گھر..... وہ بھیڑوں کو ہانکتے ہوئے بولی۔

کہاں ہے تمہارا گھر.....؟

وہ جو درختوں کا جھنڈ ہے نا، وہ سامنے..... اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔ اس کے پار وہ تین جھونپڑے ہیں، یہی میرا گھر ہے۔

آؤنا..... آج کے دن تو ہمارا مہمان ہے اماں نے کھانا تیار کیا ہوگا۔ آج تم ہمارے ساتھ کھاؤ۔

وہ میرے ساتھ قدم بہ قدم چلتے ہوئے بولی۔ اس کا لہجہ اصرار بھرا تھا میں اس کے ساتھ چلا آیا۔ اس نے درختوں کی چھاؤں میں ایک رنگین چٹائی بچھا دی۔ اس کی ماں تندور پر بیسنی روٹیاں لگا رہی تھی۔ روٹیوں کی سوندھی سوندھی مہک اشتہا انگیز تھی۔ اس نے چنگیر میں روٹیاں رکھیں اور سلور کے چمکدار کٹورے میں لسی ڈالتے ہوئے بولی۔

بابو! تم کوزین پہ بیٹھ کے کھانا مشکل تو نہ لگے، تم تو کرسی میز لگا کر کھاتا ہے نا..... مگر ہم لوگ یونہی دسترخوان بچھا کر کھانا

کھاتے ہیں۔ میرے پیارے نبی ﷺ کی سنت بھی تو یہی ہے نا.....

واہ..... بہت مزہ آرہا ہے میں نے لسی کا کٹورا منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔ ویسے کون بتاتا ہے تمہیں یہ اچھی باتیں؟

مسجد کے مولوی جی ہیں نا..... وہ ہمیں قرآن پاک پڑھاتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کے اخلاق اور حدیثیں بھی بتاتے

ہیں۔

بہت خوب! اب ایسا کرو، تم ہمارے ساتھ چلو..... وہاں تمہیں لاہور کی سیر کرائیں گے..... پڑھائیں لکھائیں گے

اور.....

نہ..... نہ بابو..... ہم ادھر ہی ٹھیک ہے۔ میرا ماموں کا لڑکی شہر پڑھنے گیا تھا اب وہیں کالج میں پڑھاتا ہے۔ ایک دفعہ

مجھے اپنے ساتھ کالج لے گیا بابو، کہا تاؤں تمہیں..... اتنا بوڑھی بوڑھی استانیاں پڑھا رہی تھیں وہاں..... اور پتہ ہے ان کا

ابھی تک شادی بھی نہیں ہوا تھا..... وہ پوری طرح تاسف اور حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہمارے ہاں تو بچپن میں ہی لڑکی کا منگنی کر دیتا ہے۔

اور..... اور اگر اس دوران اسے کوئی اور اچھا لگنے لگے..... کسی سے محبت ہو جائے تو.....؟
 بابو! تم نہیں سمجھے گا..... محبت کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے شادی بھی ضرور کرو..... محبت جانتے ہو کیا ہے؟
 جب ہم تم کسی کے اندر کو جان لیتے ہیں بلکہ جس سے بات کریں تو سمجھ میں آئے اور وہ بھی سمجھ لے..... ایک ایسا شخص کہ بات کرے تو جی میں خوشی سی بھر دے۔ یہ ہوتی ہے محبت۔
 وہ بے تکان بول رہی تھی۔

شادی تو بس ماں باپ کی مرضی سے ہوتی ہے، اپنی پسند ناپسند سے کچھ نہیں ہوتا۔ نکاح کے بعد اللہ پاک دو دلوں میں خود ہی محبت ڈال دیتا ہے۔ وہ اک ادا سے مسکرائی۔
 میرا چچا کے بیٹے سے منگنی ہو چکا ہے۔ چار ماہ بعد شادی ہوگا۔ وہ تھوڑا شرماتے ہوئے بولی۔
 ہمارے ہاں تو لڑکی بیس سال کا ہو جائے نا تو بوڑھا سمجھتا ہے سب اسے.....
 میں حیرت سے اسے رہا تھا (ہمارے ہاں تو چالیس سال کی عورت بھی خود کو جوان سمجھتی ہے، میں نے دل میں سوچا)
 وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اک کم عمر پر بھی لکھی لڑکی ہمارے نمائشی دکھاوے کے کلچر کو آئینہ دکھا رہی تھی۔ یکدم وہ اٹھی اور ناچتے قدموں سے اندر گئی، واپس آئی تو اس نے ہاتھوں میں شالیں، کشن کے غلاف اور ٹوپیاں اتھاڑ کھی تھیں جن پر بے حد نفاست سے ریشم اور شیشے کا کام کیا ہوا تھا۔

دیکھا بابو! یہ دستکاری یہ کس نے کیا ہے؟ یہ سب میں نے کیا ہے۔ تم بولتا ہے ہم صرف بھیڑیں چراتا ہے۔
 ارے وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

پھر اس نے ایک کتھی رنگ کی شال اٹھائی اور کہا۔ یہ تحفہ لے جاؤ اپنی بہن کے لیے میری طرف سے۔
 اوہ..... ویری نائس..... سوچ تھینکس..... ڈھیرہ ڈھیرہ مہربانی!

یہ لواپنا انعام..... میں نے والٹ میں سے دو ہزار کے نوٹ نکال کر اسے دیئے۔

سوچ تھینکس..... اس نے خوشی سے مسکراتے ہوئے میرے لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا تو مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔

لالہ گل! ہم کل یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر کب آئے گا بابو! ہم سے ضرور ملنا۔ اس کی خوبصورت دراز پلکوں پر شبنم کی پھواری پڑنے لگی۔

چند ماہ بمشکل گزرے تھے کہ سوات سے دہشت گردی کی خبریں آنے لگیں۔ پھر ملٹری آپریشن شروع ہو گیا۔ سوات کے بیشتر علاقے خالی کر لیے گئے، لوگ افراتفری میں بے سروسامانی کی حالت میں قافلہ در قافلہ نزدیکی شہروں میں ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مگر بیشتر لوگ خیمہ بستیوں میں بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ گرمی کی شدت، پانی کی کمیابی، خوراک کی قلت، دواؤں کی نایابی، خصوصاً بوڑھے ناتواں لوگوں، بیمار عورتوں اور ننھے منے معصوم بچوں کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ حسین و دلکش وادی جہاں موسم گرما میں لوگ سیروسیاحت کے لیے جاتے تھے اس کے باسی کس طرح اس گرم و تند موسم کی سختیاں جھیل رہے تھے اور پھر ایک دن میں نے اپنے گروپ کے ساتھ مل کر خوراک اور دواؤں کے چند کارٹن تیار کئے۔ چاولوں کی دیکیں پکوائیں اور ٹرک لے کر ان خیمہ بستیوں میں پہنچ گیا۔

خیموں کا منظر کسی بھی آنکھ کو رلا دینے کے لیے کافی تھا۔ وہی چہرے جن پر کشمیری سیبوں جیسی تازگی اور سرخی لہراتی تھی آج وہی چہرے کتنے پژمردہ اور مرجھائے ہوئے تھے۔ جیسے ہی ٹرک سے چاولوں کی دیکیں اتریں ان کے ویران چہروں پر عجب سی چمک اور رونق اتر آئی جیسے کسی بچے کو اپنے من پسند کھلونے مل گئے ہوں۔

عورتیں، بچے کم لڑکیاں قطاروں میں کھڑی تھیں ہر ایک نے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی برتن اٹھایا ہوا تھا، سب باری باری اپنا اپنا حصہ لے کر جا رہے تھے۔ نہ ہلہ گلہ، نہ شکوہ شکایت، نہ شوخی نہ شرارت۔ محض اک خاموش اضطرابی کیفیت کہ کہیں وہ محروم نہ رہ جائے۔

قطار میں کئی نوبیا ہٹا لڑکیاں بھی تھیں عروسی لباس اور زیور پہنے ہوئے۔ (اوہ ان کاغنی مون کا زمانہ کس اضطراب کی لپیٹ میں تھا)

اپنی باری کی منتظرانہی میں سے سرخ رنگ کا گھگھر اپنے ایک لڑکی سلور کی پرات لیے آگے بڑھی۔ اس کے خوبصورت گورے ہاتھوں پر حنائی بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ کلائیوں میں سرخ رنگ کی کانچ کی چوڑیاں جگمگا رہی تھیں۔ اس نے بڑی سی چادر میں اپنا چہرہ اور بال چھپائے ہوئے تھے۔ جیسے ہی اس نے پرات آگے کی، اس کی چادر سر کی اور گلاب رنگ چہرے کے گرد سنہرے گھونگھریا لے بالوں کی لپٹیں سورج کی کرنوں کی طرح دمک اٹھیں۔

لالہ گل بھی تو ایسی ہی تھی۔ میں بے ساختہ بول اٹھا۔

ابو بابو! تم..... تم.....

چالوں سے بھری پرات دفعتاً اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس کی حیرت، مسرت اور استعجاب میں ڈوبی نگاہیں میرے چہرے پر لگی تھیں۔ اس کے اداس چہرے پر بہار کے ساتوں رنگ جھلما رہے تھے اور گلابی ہونٹوں کی نازک سی پتکھڑیاں ہولے ہولے پھڑپھڑا رہی تھیں۔

لالہ گل..... میں بے اختیار پکارا اٹھا۔

مگر..... وہ تو پوری طرح اک سرشار سی کیفیت میں بھیگ رہی تھی..... جیسے..... اس کے قدموں میں دنیا جہاں کی خوشیاں ڈھیر ہو گئی ہوں۔



itsurdu.blogspot.com